پردہ

شکوک و شبہات اور

مخالفین کے دلائل کا ناقدانہ جائزہ

تالیف: شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ | ترجمہ: ڈاکٹر عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ | انتخاب تلخیص: شاہ فیض الابرار صدیقی

اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، تاکہ آپ انسانوں کو ان کے غالب وستودہ صفات پروردگار کے حکم کے مطابق اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عبادت کی حقیقت واضح کرنے کیلئے مبعوث فرمایا بندگی کا اظہار صرف اسی طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کی مکمل اطاعت اور اس کی منع کردہ اشیاء سے مکمل اجتناب کیا جائے، نیز اس کے احکام عالیہ کو خواہشات و شہوات نفسانیہ پر مقدم کرتے ہوئے اس کے حضور خاکساری اور انتہائی تواضع کی جائے۔ اس دور میں کچھ لوگوں نے پردے کے متعلق نامناسب انداز میں گفتگو شروع کر دی ہے، ان لوگوں کو دیکھ کر جو پردے کے قائل ہی نہیں یا کم از کم چہرے کو کھلا رکھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، اور کچھ لوگ شریعت مطہرہ کے اس حکم بالخصوص چہرہ ڈھانپنے کے متعلق غلط فہمی کا شکار ہونے لگے ہیں ان کی طرف سے یہ سوال کیا جانے لگا ہے کہ پردہ واجب ہے یا مستحب؟ یہ شرعی حکم ہے یا اس معاملہ میں ماحول، عادات اور رسم و رواج کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے؟ کیا ایسا تو نہیں کہ اس کی کوئی شرعی حیثیت ہی نہ ہو کہ اس کے واجب یا مستحب ہونے کا حکم لگایا جا سکے؟

اس قسم کے شکوک وشبہات، غلط فہمیوں کے ازالے اور حقیقت حال کی وضاحت کیلئے میں نے مناسب سمجھا کہ وہ دلائل مرتب کردوں جو اس کا حکم واضح کرنے کیلئے مجھے میسر آئے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد مکارم اخلاق کی تکمیل تھا آپ ﷺ نے ہر طریقے سے فضائل کی دعوت دی۔ لوگوں کو رذائل اور بُرے اخلاق سے بچنے کی ہر ممکن طریقے سے تلقین فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ کو جن اعلیٰ اخلاق کے ساتھ مبعوث کیا گیا، ان میں سے ایک نہایت بلند مرتبہ اور گراں قدر وصف ''حیا'' ہے جسے آپ ﷺ نے ایمان کا جزء اور اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ قرار دیا ہے۔ کوئی عقل مند اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ عورت کا باوقار اور ایسے عادات و اطوار کے ساتھ رہنا جو اسے مشکوک مقامات اور فتنوں سے دور رکھیں، اس حیا کا حصہ ہیں جس کا عورت کو اسلامی شریعت اور اسلامی معاشرے میں حکم دیا گیا ہے

اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ عورت کا اپنے چہرے اور جسم کے دیگر پُرکشش مقامات کو ڈھانپ کر باپردہ رہنا ہی اس کیلئے سب سے بڑا وقار ہے جس سے وہ اپنے آپ کو آراستہ کرسکتی ہے۔

چہرے کے پردے کا وجوب

ہر مسلمان کو چاہیے کہ غیر محرم مردوں سے عورت کا پردہ کرنا اور منہ ڈھانپنا فرض ہے اس کی فرضیت کے دلائل رب العزت کی کتاب عظیم اور نبی رحمت ﷺ کی سنت مطہرہ میں موجود ہیں اس کے علاوہ اجتہاد اور درست فقہی قیاس بھی اس کے متقاضی ہیں۔ قرآن حکیم سے چند دلائل:

پہلی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَ قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَ لا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلا مَاظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ وَ لا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلا لِبُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ اِخْوَانِهِنَّ أَوْبَنِي اِخْوَانِهِنَّ أَوْبَنِي أَخْوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الارْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلٰى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَ لا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَ تُوبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [النور: ۳۱]

ترجمہ:''اور ایمان والیوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو جگہ اس میں سے کھلی رہتی ہے اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا اپنے بھائیوں یا بھتیجوں یا بھانجوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنے غلاموں پر یا ان خدمتگاروں پر جنہیں عورت کی حاجت نہیں یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں اور اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ''۔

یہ آیت مبارکہ چہرے کے پردے کے وجوب پر مندرجہ ذیل طریقوں سے دلالت کرتی ہے:

۱۔ اللہ عزوجل نے مومن عورتوں کو اپنی عصمت کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور عصمت کی حفاظت کے حکم کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تمام وسائل وذرائع اختیار کیے جائیں جو اس مقصد کے حصول میں مددگار ہو سکتے ہیں اور ہر عقلمند آدمی جانتا ہے کہ چہرے کا پردہ عصمت کی حفاظت کے منجملہ وسائل میں سے ہے کیونکہ چہرہ کھلا رکھنا غیر محرم مردوں کیلئے اس کی طرف دیکھنے کا ذریعہ بنتا ہے اور مردوں کو اس کے خدوخال کا جائزہ لینے کا موقع ملتا ہے جس سے بات چیت میل

ملاقات بلکہ بسا اوقات ناجائز تعلقات تک جا پہنچتی ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا (ناجائز) دیکھنا ہے۔ [مسند احمد: ۲/ ۳۴۳]

پھر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ پاؤں وغیرہ کے زنا کا ذکر کرنے کے بعد آخر میں فرمایا:

(ترجمہ) ''شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب''۔ [مسند احمد: ۲/ ۳۴۳]

لہٰذا جب چہرے کا پردہ حفظ ناموس وعصمت کا ذریعہ ٹھہرا تو وہ بھی اس طرح فرض ہوگا جس طرح کہ حفظ ناموس وعصمت فرض ہے۔ اُن وسائل وذرائع کا بھی وہی حکم ہوتا ہے جو ان مقاصد کے حصول کیلئے بروئے کار لائے جاتے ہیں۔

۲۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے: ترجمہ: ''اور وہ اپنے گریبانوں پر دوپٹے ڈال لیا کریں''۔ [النور: ۳۱]

''خمار'' اس کپڑے کو کہتے ہیں جسے عورت اپنا سر ڈھانپنے کیلئے اوڑھتی ہے، مثلاً برقعے کا نقاب وغیرہ۔ جب عورت کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنے سینے پر دوپٹہ ڈال کر رکھے تو چہرہ ڈھانپنا بھی فرض ہوگا کیونکہ یا تو چہرہ لازماً اس حکم میں داخل ہو جاتا ہے یا پھر قیاس صحیح اس کا تقاضا کرتا ہے وہ اس طرح کہ جب گردن وسینہ کو ڈھانپنا فرض ہے تو چہرے کے پردے کی فرضیت تو بدرجہ اولیٰ ہونی چاہیے کیونکہ وہی خوبصورتی کا مظہر اور فتنے کا موجب ہے اور ظاہری حسن کے متلاشی صرف چہرہ ہی دیکھتے ہیں چہرہ خوبصورت ہو تو باقی اعضاء کو زیادہ اہمیت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ جب کہا جاتا ہے کہ فلاں خوبصورت ہے تو اس سے بھی چہرے کا جمال ہی مراد ہوتا ہے اس سے واضح ہوا کہ چہرے کا حسن و جمال ہی مراد ہوتا ہے اس سے واضح ہوا کہ چہرے کا حسن وجمال ہی پوچھنے اور بتانے والوں کی گفتگو کا محور ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں کیسے ممکن ہے کہ حکمت پر مبنی شریعت سینہ وگردن کے پردے کا تو حکم دے لیکن چہرہ کھلا رکھنے کی رخصت دے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے زینت کے اظہار سے بالکل منع کر دیا ہے اس حکم سے صرف وہ زینت مستثنیٰ ہے جس کے اظہار سے کوئی چارہ کار ہی نہیں، مثلاً بیرونی لباس، اسی لیے قرآن نے ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سوائے اس زینت کے جو، از خود ظاہر ہو جائے کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے، یوں نہیں فرمایا: سوائے اس زینت کے جسے عورتیں ظاہر کریں۔

۴۔ پھر اسی آیت میں زینت کے اظہار سے دوبارہ منع فرمایا اور بتایا کہ صرف ان افراد کے سامنے زینت ظاہر کی جا سکتی ہے جنہیں مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے مقام پر مذکورہ زینت پہلے مقام پر مذکورہ زینت سے مختلف اور علیحدہ ہے پہلے مقام پر اس زینت کا حکم بتایا گیا ہے جو ہر ایک کیلئے ظاہر ہوتی ہے اور اس کا پردہ

ممکن نہیں جب کہ دوسرے مقام پر مخفی زیبائش مراد ہے یعنی جس کے ذریعے سے عورت خود کو مزین کرتی ہے اگر اس آرائش وزیبائش کا اظہار بھی ہر ایک کے سامنے جائز ہو تو پہلی زینت کے اظہار کی عام اجازت اور دوسری زینت کے اظہار کے حکم سے بعض افراد کے استثنا کا کوئی خاص فائدہ نہیں رہ جاتا۔

طفیلی قسم کے افراد جو صرف کھانا کھانے کیلئے کسی کے گھر میں رہتے ہوں اور ان میں صنفی میلان ختم ہو چکا ہے مردانہ اوصاف سے محروم خدام اور وہ نابالغ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتیں سمجھ نہیں پاتے تو ایسے افراد کے سامنے اللہ تعالیٰ نے مخفی زینت کو کھلا رکھنے کی اجازت دی ہے اس سے دو امور ثابت ہوئے: مذکورہ بالا دو قسم کے افراد کے سوا مخفی زیبائش کو کسی کے سامنے کھلا رکھنا جائز نہیں ہے۔

بلاشبہ پردے کے حکم کا دارومدار اور اس کے واجب ہونے کی علت عورت کی طرف دیکھ کر (مردوں کا) فتنے میں مبتلا اور وارفتگی کا شکار ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ چہرہ ہی سب سے زیادہ حسن کا مرکز اور فتنے کا مقام ہوتا ہے لہٰذا اس کا ڈھانپنا ضروری ہوگا تا کہ مرد حضرات بشری تقاضوں کے باعث کسی آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

۵۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ﴾

ترجمہ: ''اور اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے'' [النور:۳۱]

یعنی عورت اس انداز سے نہ چلے کہ معلوم ہو کہ وہ پازیب وغیرہ پہنے ہوئے ہے جس سے وہ اپنے خاوند کیلئے آراستہ ہوتی ہے۔ جب عورت کو زمین پر شدت سے پاؤں مارنے سے منع کر دیا گیا، مبادا غیر محرم مرد اس کے زیور کی جھنکار ہی سے فتنے میں پڑ جائیں تو چہرہ کھلا رکھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

غور فرمایئے! فتنے میں پڑنے اور بہک جانے کا امکان کہاں زیادہ ہوتا ہے کیا اس صورت میں کہ ایک آدمی کسی عورت کے پاؤں میں پڑی پازیب کی جھنکار سنتا ہے اسے معلوم نہیں کہ وہ عورت جوان ہے یا عمر رسیدہ، حسین وجمیل ہے یا بدصورت یا اس صورت میں کہ ایک مرد کسی دوشیزہ کا کھلا چہرہ دیکھے جو حسن وزیبائی سے بھرپور ہو اور مشاطگی نے اس کے فتنے کو دوچند کہ ہر دیکھنے والا دیکھتا ہی رہ جائے؟ ہر باشعور انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ دونوں میں سے کون سی زینت زیادہ فتنے کا باعث اور مستور ومخفی رہنے کی زیادہ حقدار ہے۔

دوسری دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ وَ اَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾

ترجمہ: ''اور وہ بڑی بوڑھی عورتیں جو نکاح کی رغبت نہیں رکھتیں ان پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ اپنے کپڑے اتار رکھیں بشرطیکہ زینت کا اظہار نہ کریں اور اس سے بھی بچیں تو ان کیلئے بہتر ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے'' [النور:٦٠]

اس آیت کریمہ سے پردے کے واجب ہونے پر وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بوڑھی عورتوں سے گناہ کی نفی کی ہے جو سن رسیدہ ہونے کے سبب نکاح کی اُمید نہیں رکھتیں، اس لیے کہ بوڑھی ہونے کی وجہ سے مردوں کو ان کے ساتھ نکاح میں کوئی رغبت نہیں ہوتی لیکن اس عمر میں بھی چادر اتار رکھنے پر گناہ نہ ہونا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس سے ان کا مقصد زیب و زینت کی نمائش نہ ہو چادر اتار دینے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ کپڑے اتار کر بالکل برہنہ ہو جائیں بلکہ اس سے صرف وہ کپڑے مراد ہیں جو عام لباس کے اوپر اس لیے اوڑھے جاتے ہیں کہ جسم کے وہ حصے جو عام لباس سے عموماً باہر رہتے ہیں، جیسے چہرہ اور ہاتھ، چھپ جائیں، لہٰذا ان بوڑھی عورتوں کو جنہیں کپڑے اتارنے کی رخصت دی گئی ہے اس سے مراد مذکورہ اضافی کپڑے (چادریں، برقعے وغیرہ) ہیں جو پورے جسم کو ڈھانپتے ہیں اس حکم کی عمر رسیدہ خواتین کے ساتھ تخصیصی دلیل یہ ہے کہ جوان نکاح کی عمر والی عورتوں کا حکم ان سے مختلف ہے کیونکہ اگر سب عورتوں کیلئے اضافی کپڑے اتار دینے اور صرف عام لباس پہننے کی اجازت ہوتی تو سن رسیدہ و نکاح کی عمر سے گزری ہوئی عورتوں کا بالخصوص ذکر کرنے کا کوئی مقصد نہیں رہ جاتا۔

مذکورہ آیت کریمہ کے الفاظ ﴿غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِیْنَۃٍ﴾ بشرطیکہ یہ بوڑھی عورتیں اپنی زینت کا مظاہرہ نہ کرتی پھریں اس بات کی ایک اور دلیل ہے کہ نکاح کے قابل، عورتوں پر پردہ فرض ہے چونکہ عام طور پر جب وہ اپنا چہرہ کھلا رکھتی ہیں تو اس کا مقصد زینت کی نمائش اور حسن و جمال کی مدح و توصیف ہوتا ہے اس قماش کی عورتوں میں نیک نیت شاذ و نادر ہی ہوتی ہیں اور شاذ و نادر صورتوں کو عام قوانین کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔

تیسری دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَ بَنٰتِکَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ ترجمہ: ''اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے مونہوں پر نقاب ڈالا کریں یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچانی جائیں پھر نہ ستائی جائیں اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے''۔ [الاحزاب:٥٩]

ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کیلئے اپنے گھروں سے نکلیں تو سر کے اوپر سے اپنی چادریں لٹکا کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا کریں اور

صرف ایک آنکھ کی جگہ کھلی رکھیں صحابی کی تفسیر حجت ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کے قول میں مذکور ایک آنکھ کھلی رکھنے کی رخصت بھی راستہ دیکھنے کی ضرورت کے پیش نظر دی گئی ہے، لہٰذا جہاں راستہ دیکھنے کی ضرورت نہ ہوگی وہاں ایک آنکھ سے بھی پردہ ہٹانے کی کوئی وجہ نہیں اور ''جلباب'' اس چادر کو کہتے ہیں جو دوپٹے کے اوپر سے عبا (گاؤن) کی طرح اوڑھی یا پہنی جائے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انصاری خواتین گھروں سے نکلتے وقت اس سکون واطمینان سے چلتیں گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور انہوں نے سیاہ رنگ کی چادریں لپیٹ رکھی ہوتیں۔

عبیدۃ السلمانیؒ کا بیان ہے کہ مسلمان عورتیں سروں کے اوپر سے چادریں اس طرح اوڑھا کرتی تھیں کہ آنکھوں کے سوا کچھ ظاہر نہ ہوتا اور وہ بھی اس لیے کہ راستہ دیکھ سکیں [تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورۃ الاحزاب: ۵۹] چوتھی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْ اٰبَآئِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَ لَآ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَ لَا نِسَآئِهِنَّ وَ لَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا﴾ ترجمہ: ''ان پر اپنے باپوں کے سامنے ہونے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے اور نہ اپنے غلاموں کے اور اللہ سے ڈرتی رہو بے شک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے''۔ [الاحزاب: ۵۵]

حافظ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب عورتوں کو غیر محرم مردوں سے پردہ کرنے کا حکم دیا تو یہ بھی بیان فرما دیا کہ فلاں فلاں قریبی رشتہ داروں سے پردہ واجب نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو جگہ اس میں سے کھلی رہتی ہے اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا اپنے بھائیوں یا بھتیجوں یا بھانجوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنے غلاموں پر یا ان خدمت گاروں پر جنہیں عورت کی حاجت نہیں یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں [النور: ۳۱]

قرآن حکیم میں سے یہ چار دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر محرم مردوں سے عورت کو پردہ کرنا واجب ہے اور جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے صرف پہلی آیت اس مسئلہ پر پانچ وجوہ سے دلالت کرتی ہے۔

سنت مطہرہ سے دلائل

اب سنت نبویؐ سے چہرے کا پردہ واجب ہونے کے چند دلائل ذکر کیے جاتے ہیں:

۱۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: جب کوئی آدمی کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجے تو اگر اس کیلئے عورت کا داعیہ نکاح (حسن و جمال اور قد کاٹھ وغیرہ) دیکھنا ممکن ہو تو وہ دیکھ لے۔ (مسند احمد، ۳/۳۳۴) وجہ استدلال: وجہ استدلال اس حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خاطب (پیغام نکاح دینے والے) سے گناہ کا مرتفع ہونا اس حالت کے ساتھ مشروط کیا ہے کہ وہ خطبہ (پیغام نکاح) کیلئے دیکھ رہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس مقصد کے بغیر دیکھنے والا گناہ گار ہے اسی طرح خاطب بھی خطبہ کیلئے نہیں بلکہ صرف لطف اندوز ہونے کیلئے دیکھ رہا ہے تو وہ بھی گناہ گار ہوگا۔

اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث میں دیکھی جانی والی چیز کی تخصیص نہیں، لہٰذا سینہ، چھاتی اور گردن وغیرہ کا دیکھنا بھی مراد ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ جمال پسند خاطب کا مقصود چہرے کے جمال کا جائزہ لینا ہوتا ہے، باقی اعضا، کا حسن تو اس کے تابع ہے، اس لیے عورت کے انتخاب میں ظاہری حسن و جمال کو ترجیح دینے والا خاطب چہرہ ہی دیکھے گا۔

۲۔ جب رسول اکرم ﷺ نے عورتوں کے متعلق یہ حکم دیا کہ وہ بھی عیدگاہ کو جائیں تو وہ کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم میں سے بعض کے پاس چادر نہیں ہوتی۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(لتلبسها صاحبتها من جلبابها) ''جس کے پاس اپنی چادر نہ ہو تو اسے کوئی دوسری بہن چادر دے۔'' [صحیح بخاری، باب وجوب الصلاۃ فی الثیاب، حدیث:۳۵۱] یہ حدیث واضح طور پر بتا رہی ہے کہ صحابیات میں چادر کے بغیر باہر نکلنے کو وہ ممکن ہی نہیں سمجھتی تھی۔ اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے انہیں نماز عید کیلئے عیدگاہ جانے کا حکم دیا تو انہوں نے اس امر، یعنی چادر نہ ہونے کا عذر کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ یہ مشکل اس طرح حل ہو سکتی ہے کہ ایسی عورت کو کوئی دوسری مسلمان بہن اپنی چادر مستعار دے دے۔

گویا رسول اکرم ﷺ نے عورتوں کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ چادر اوڑھے بغیر عیدگاہ تک بھی جائیں، حالانکہ وہاں جانے کا حکم مرد و عورت سب کو ہے۔ جب ایک ایسے کام کیلئے جس کا شریعت نے حکم دیا ہے رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو چادر اوڑھے بغیر باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی تو ایسے امور کیلئے بغیر چادر اوڑھے گھر سے باہر آنے کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے جن کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے نہ ان کی کوئی ضرورت ہے، بالخصوص جب

مقصد صرف بازاروں میں گھومنا پھرنا، مردوں کے ساتھ میل جول اور تماش بینی ہو جس میں کوئی فائدہ نہیں۔ علاوہ ازیں چادر اوڑھنے کا حکم بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا مکمل باپردہ رہنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔

۳۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: مومن عورتیں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز ادا کرنے کیلئے چادروں میں لپٹی ہوئی آتیں۔ پھر نماز کے بعد وہ اپنے گھروں کو لوٹتیں تو اندھیرے کے سبب انہیں کوئی پہچان نہ سکتا۔ [صحیح البخاری، مواقیت الصلاۃ، باب وقت الفجر، حدیث: ۵۷۸]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مزید فرمایا: (ترجمہ:) ''عورتوں کے جو اطوار ہم نے دیکھے ہیں اگر رسول اللہ ﷺ دیکھ لیتے تو انہیں مسجد میں آنے سے اسی طرح منع کر دیتے جس طرح بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کر دیا تھا'' [صحیح البخاری، الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، حدیث: ۸۶۹ و صحیح مسلم الصلاۃ، باب خروج النساء الی المساجد، حدیث: ۴۴۵] تقریباً اسی قسم کے الفاظ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی مروی ہیں۔ یہ حدیث پردے کے وجوب پر دو طریقوں سے دلالت کرتی ہے:

پردہ کرنا اور اپنے جسم کو مکمل طور پر ڈھانپنا صحابیات رضی اللہ عنھن کے معمول میں سے تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا زمانہ تمام زمانوں سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ منزلت رکھتا ہے وہ اخلاق و آداب میں بلند، ایمان میں کامل اور اعمال میں زیادہ صالح تھے۔ وہی قابل اتباع نمونہ ہیں کہ خود ان کو ان کی بطریق احسن پیروی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کی نوید سنائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اور جو لوگ قدیم میں پہلے ہجرت کرنے والوں اور مدد دینے والوں میں سے اور وہ لوگ جو نیکی میں ان کی پیروی کرنے والے ہیں اللہ ان سے راضی ہوئے اور وہ اس سے راضی ہوئے ان کیلئے ایسے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے''۔ [التوبہ: ۱۰۰]

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے مبارک عہد میں عورتوں کا طریقہ یہ تھا (جو اوپر ذکر کیا گیا) تو ہمارے لیے کس طرح مستحسن ہو سکتا ہے کہ اس طریقے سے ہٹ جائیں جس پر چلنے ہی سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ممکن ہے۔ خصوصاً جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: ترجمہ: ''اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد رسولؐ کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا، اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔'' [النساء: ۱۱۵]

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''اگر رسول اکرم ﷺ عورتوں کے وہ اعمال و اطوار

دیکھ لیتے جو ہم نے دیکھے ہیں تو انہیں مساجد میں آنے سے قطعی طور پر منع کر دیتے اور یہ اس زمانے میں ہوا جس کی فضیلت احادیث میں وارد ہے، یعنی عہد نبوی کے مقابلے میں عورتوں کی حالت اس حد تک بدل گئی کہ انہیں مساجد میں آنے سے روک دینے کا تقاضا کر رہی تھی، تو ہمارے زمانے میں بے پردہ نکلنے کی اجازت کیونکر دی جاسکتی ہے جبکہ عصر نبوی کو گزرے تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں اخلاقی بے راہ روی عام ہو چکی ہے، شرم وحیا تقریباً رخصت ہو چکے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں دینی حمیت کمزور پڑ چکی ہے یعنی اگر کسی کام کے نتیجہ میں ایسے امور سامنے آئیں جنہیں شریعت حرام قرار دیتی ہے تو وہ کام بھی شرعاً حرام ہوگا خواہ بظاہر جائز ہی نظر آتا ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے جب ازار بند کے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی حرمت بیان کی تو اس پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ: عورتیں اپنی چادریں کس حد تک لٹکائیں تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک بالشت بھر لٹکائیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اس طرح تو ان کے پاؤں نظر آئیں گے نبی ﷺ نے فرمایا: تو ایک ہاتھ کے برابر کاٹ لیں اس سے زیادہ نہ لٹکائیں۔ [سنن ابی داؤد، اللباس باب فی قدر الذیل، حدیث ۴۱۱۷]

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت پر پاؤں ڈھانپنا فرض ہے اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ یہ حکم تمام صحابیات رضی اللہ عنھن کو معلوم تھا اور بلا شبہ پاؤں میں، ہاتھوں اور چہرے کی نسبت کم کشش پائی جاتی ہے، کم تر کشش والے مقام کے حکم کی تصریح خود بخود تنبیہ کر رہی ہے کہ اس سے زیادہ پر کشش اور اس حکم کے زیادہ حقدار مقامات کا کیا حکم ہونا چاہیے۔ یہ بات شرع متین کی حکمت کے منافی ہے کہ کم تر کشش اور قلیل تر فتنے کے باعث اعضاء کو ڈھانپنا فرض ہو لیکن زیادہ فتنے کے باعث اور پُر کشش اعضاء کو کھلا رکھنے کی اجازت دے دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت و شریعت میں اس قسم کا تضاد پایا جانا ناممکن ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی عورت کے مکاتب غلام کے پاس اس قدر مال ہو جس سے وہ معاہدے میں طے شدہ رقم ادا کر سکتا ہو تو اس عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے اس غلام سے پردہ کرے [سنن ابی داؤد، العتق، باب فی المکاتب یودی بعض کتابہ، حدیث: ۳۹۲۸ وضعفہ البانی]

مذکورہ حدیث سے پردے کا واجب ہونا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ مالکہ کیلئے اپنے غلام کے سامنے اس وقت تک چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے جب کہ وہ اس کی ملکیت میں ہو اور جب غلام پر اس کی ملکیت ختم ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس سے پردہ کرے کیونکہ اب وہ غیر محرم ہو گیا ہے ثابت ہوا کہ عورت کا غیر محرم مردوں سے پردہ کرنا واجب ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

جب ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں احرام باندھے ہوئے ہوتیں تو اونٹ سوار قافلے ہمارے پاس

سے گزرتے تھے۔ وہ جس وقت سامنے ہوتے تو ہم اپنے سروں کے اوپر سے چادر چہرے پر لٹکا لیتیں۔ جب وہ آگے گزر جاتے تو ہم پھر سے چادر کو چہرہ پر سے ہٹا لیتیں۔ [سنن ابی داؤد، المناسک، باب المحرمۃ تسدل الثوب علی وجھھا، حدیث: ۱۸۳۳ وحسن اسنادہ الألبانی فی جلباب المرأۃ: ۱۰۷]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ "جب وہ (سوار) ہمارے سامنے ہوتے تو ہم اپنے چہروں پر چادریں ڈال لیتیں، واضح دلیل ہے کہ عورت پر چہرہ ڈھانپنا واجب ہے اس لیے کہ حالت احرام میں چہرہ کھلا رکھنے کا حکم ہے لہٰذا اگر اس واجبی حکم کی بجا آوری میں کوئی زوردار شرعی رکاوٹ موجود نہ ہوتی تو چہرہ کھلا رکھنا ضروری تھا، خواہ لوگ پاس سے گزرتے رہیں۔

اس استدلال کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ اکثر اہل علم کے نزدیک حالت احرام میں عورتوں پر چہرہ کھلا رکھنا واجب ہے اور ایک واجب کو اس سے قوی تر واجب ادا کرنے کی خاطر ہی ترک کیا جا سکتا ہے اس لیے اگر غیر محرم عورتوں سے پردہ کرنا اور چہرہ ڈھانپنا واجب نہ ہوتا تو احرام کی حالت میں اس کے کھلا رکھنے کا حکم جو واجب ہے ترک کرنا جائز نہ ہوتا جب کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ میں حدیث ہے (جس کا مفہوم) کہ حالت احرام میں عورت کیلئے نقاب ڈالنا اور دستانے پہننا جائز نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منجملہ دلائل میں سے ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں حالت احرام کے سوا خواتین میں (چہرے کے پردے کیلئے) نقاب اور (ہاتھوں کے پردے کیلئے) دستانوں کا رواج عام تھا۔ اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کا پردہ کرنا واجب ہے۔

سنت مطہرہ میں سے یہ چھ دلائل ہیں کہ عورت پر پردہ کرنا اور غیر محرم مردوں کی نظر سے چہرہ ڈھانپنا فرض ہے۔ قرآن میں سے مذکور چار دلائل بھی ان میں جمع کر لیں تو کتاب وسنت سے کل دس دلیلیں ہوئیں۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔ وباللہ التوفیق۔

قیاس صحیح کی رو سے چہرے کے پردے کا وجوب

اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر مسلمان کو شرعی کاموں میں اجتہاد اور درست فقہی قیاس پر عمل پیرا ہونا چاہیے یعنی مصالح اور ان کے حصول کے ذرائع کو برقرار رکھنے کی ترغیب اور مفاسد اور ان کے وسائل کی مذمت اور ان سے اجتناب کرنے کی تلقین جیسے سنہری اصول پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ چنانچہ ہر وہ کام جس میں خالصتاً مصلحت ہو یا اس کے نقصانات کی نسبت مصلحت کا پہلو روشن ہو تو اس کا حکم علی الترتیب پہلی صورت میں واجب اور دوسری صورت

میں کم از کم مستحب ہوگا اور وہ کام جس میں صرف نقصان ہو یا نقصان اس کی مصلحت سے زیادہ ہو تو اس کام کا حکم علی الترتیب حرام یا مکروہ ہوگا۔ اس قاعدے کی روشنی میں جب ہم غیر محرم مردوں کے سامنے عورت کا چہرہ بے پردہ رکھنے پر غور کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ یہ بے حجابی بے شمار مفاسد لیے ہوئے ہے۔ اگر بالفرض کوئی مصلحت ہے بھی تو اس سے پیدا ہونے والے شدید نقصانات کے بالمقابل یہ انتہائی بے معنی مصلحت ہے۔

عُریاں چہرے کے نقصانات

عورت کے چہرے کو بے پردہ رکھنے کے بڑے بڑے نقصانات مندرجہ ذیل ہیں:

فتنے میں پڑنا: عورت جب اپنے چہرے کو بے پردہ رکھتی ہے تو اپنے آپ کو فتنے میں ڈالتی ہے کیونکہ اسے ان چیزوں کا اہتمام والتزام کرنا پڑتا ہے جس سے اس کا چہرہ خوبصورت، جاذب نظر اور دلکش دکھائی دے۔ اس طرح وہ دوسروں کیلئے فتنے کا باعث بنتی ہے اور یہ شر و فساد کے بڑے اسباب میں سے ہے۔

شرم وحیا کا جاتے رہنا: اس عادتِ بد کی وجہ سے رفتہ رفتہ عورت سے شرم وحیا ختم ہوتی جاتی ہے جو ایمان کا جزء اور فطرت کا لازمی تقاضا ہے۔ ایک زمانے میں عورت شرم وحیا میں ضرب المثل ہوتی تھی مثلاً کہا جاتا تھا: (احیا من العذراء فی خدرھا) ''فلاں تو پردہ نشین دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلا ہے۔''

شرم وحیا کا جاتے رہنا نہ صرف یہ کہ عورت کیلئے دین وایمان کی غارت گری ہے بلکہ اس فطرت کے خلاف بغاوت بھی ہے جس پر اسے خالق کائنات نے پیدا کیا ہے۔

مَردوں کا فتنے میں مبتلا ہونا: بے پردہ عورت سے مردوں کا فتنے میں پڑنا طبعی امر ہے، خصوصاً جبکہ وہ خوبصورت بھی ہو، نیز ملنساری، خوش گفتاری یا ہنسی مذاق کا مظاہرہ کرے۔ ایسا بہت سی بے پردہ خواتین کے ساتھ ہو چکا ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

نظرۃ فسلام فموعد فلقاء ''نگاہیں ملیں، سلام ہوا، بات چیت ہونے لگی، پھر قول وقرار ہوئے اور معاملہ باہم ملاقاتوں تک جا پہنچا۔ شیطان انسانی جسم میں خون کی طرح رواں دواں ہے بارہا ایسا ہوا ہے کہ باہمی مذاق کے نتیجے میں کوئی مرد کسی عورت پر یا عورت کسی مرد پر فریفتہ ہوگئی جس سے ایسی خرابی پیدا ہوئی کہ اس سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ بن آئی۔ اللہ تعالیٰ سب کو سلامت رکھے۔

مرد و عورت کا آزادانہ میل جول چہرے کی بے پردگی سے عورتوں اور مردوں کا اختلاط عمل میں آتا ہے جب عورت دیکھتی ہے کہ وہ بھی مردوں کی طرح چہرہ کھول کر بے پردہ گھوم پھر سکتی ہے تو آہستہ آہستہ اسے مردوں سے کھلم کھلا دھکم پیل کرنے میں بھی شرم وحیا محسوس نہیں ہوتی اور اس طرح کے میل جول میں بہت بڑا فتنہ اور وسیع فساد مضمر ہے۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ مسجد سے باہر تشریف لائے آپ ؐ نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ راستے میں چلتے ہوئے دیکھا، تو عورتوں سے ارشاد فرمایا: ''ایک طرف ہٹ جاؤ۔ راستے کے درمیان چلنا تمہارا حق نہیں ہے ایک طرف ہو کر چلا کرو۔ ﴿استاخرن فانه ليس لكن ان تحققن الطريق عليكن بحافات الطريق﴾ [رواہ ابوداؤد، الادب، باب فی مشی، حدیث: ۵۲۸۲] رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان کے بعد خواتین راستے کے ایک طرف ہو کر اس طرح چلتیں کہ بسا اوقات ان کی چادریں دیوار کو چھو رہی ہوتیں۔ اس حدیث کو ابن کثیرؒ نے ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصٰرِهِمْ﴾ ترجمہ: ''ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں۔'' [النور: ۳۰] کی تفسیر کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی غیر محرم مردوں سے عورتوں کے پردہ کرنے کے واجب ہونے کی تصریح کی ہے، چنانچہ وہ آیت: ﴿وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ ترجمہ: ''اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو جگہ اس میں سے کھلی رہتی ہے۔'' [النور: ۳۱]

کے تحت فرماتے ہیں کہ نماز میں عورت کا ظاہری زینت کو ظاہر کرنا جائز ہے علاوہ باطنی زینت کے، اور سلف صالحین کا زینت ظاہرہ میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے موافقین کے نزدیک ''زینت ظاہرہ'' سے مراد چہرے اور ہاتھ کی چیزیں ہیں جیسے انگوٹھی اور سرمہ وغیرہ۔ ان دو مختلف اقوال کے لحاظ سے اجنبی عورت کی طرف دیکھنے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بغیر شہوت کے اجنبی عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور ایک قول کے مطابق امام احمدؒ کا (صحیح روایات کے مطابق) مذہب ہے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عورت کا ہر عضو ستر ہے حتیٰ کہ اس کے ناخن بھی۔ اس کے بعد شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کی زینت کے دو درجے مقرر کیے ہیں:

(۱)۔ زینت ظاہرہ (۲)۔ زینت غیر ظاہرہ۔

زینت ظاہرہ کو عورت اپنے شوہر اور محرم مردوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے سامنے کھلا رکھ سکتی ہے آیت حجاب نازل ہونے سے پہلے عورتیں چادر اوڑھے بغیر نکلتی تھیں۔ مردوں کی نظر ان کے ہاتھ اور چہرے پر پڑتی تھی

اس دور میں عورتوں کیلئے جائز تھا کہ چہرہ اور ہاتھ کھلا رکھیں اور مردوں کیلئے بھی ان کی طرف دیکھنا مباح تھا کیونکہ ان کا کھلا رکھنا جائز تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾

ترجمہ: ''اے نبی ﷺ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔'' [الاحزاب:۵۹] تو عورتیں مکمل طور پر پردہ کرنے لگیں۔ (مجموع الفتاوی:۲۲/۱۱۰) اس کے بعد شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں: جلباب چادر کا نام ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسے ردا (اوڑھنی) اور عام لوگ اسے ازار (تہہ بند) کہتے ہیں اس سے مراد بڑا تہہ بند ہے جو عورت کے سر سمیت پورے جسم کو ڈھانپ لے۔ جب عورت کو چادر اوڑھنے کا حکم اس لیے ہوا کہ وہ پہچانی جا سکیں تو یہ مقصد چہرہ ڈھانپنے یا اس پر نقاب وغیرہ ڈالنے ہی سے حاصل ہوگا لہٰذا چہرہ اور ہاتھ اس زینت میں سے ہوں گے جس کے بارے میں عورت کو حکم ہے کہ یہ غیر محرم مردوں کے سامنے ظاہر نہیں کرنی چاہیے۔ اس طرح ظاہر کپڑوں کے سوا کوئی زینت باقی نہ رہی جس کا دیکھنا غیر محرم مردوں کے لیے مباح ہو۔

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آخری حکم ذکر کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے (نسخ سے) پہلے کا حکم ذکر کیا ہے۔ آخر میں شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں: ''نسخ سے پہلے کے حکم کے برعکس اب عورت کیلئے چہرہ، ہاتھ اور پاؤں غیر محرم مردوں کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں ہے بلکہ کپڑوں کے سوا کوئی چیز بھی ظاہر نہیں کر سکتی''۔ [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ:۲۲/۱۱۴] اس جزء میں صفحہ ۱۱۷ اور صفحہ ۱۱۸ پر فرماتے ہیں: عورت کو چہرہ، ہاتھ اور پاؤں صرف غیر محرم مردوں کے سامنے ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ورنہ عورتوں اور محرم مردوں کے سامنے ان اعضاء کے ظاہر کرنے کی اجازت ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا: اس مسئلہ میں بنیادی بات یہ سمجھ لیجئے کہ شارع کے دو مقاصد ہیں: اول تو یہ کہ مرد و عورت میں امتیاز رہے، دوم یہ کہ عورتیں حجاب میں رہیں۔ [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ:۲۲/۱۱۷، ۱۱۸]

''المنتھی'' میں ہے کہ نامرد، خواجہ سرا اور ہیجڑے کیلئے بھی عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ ''الاقناع'' میں لکھا ہے ''نامرد ہیجڑے کا عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے''۔ اسی کتاب میں ایک اور مقام پر ہے: آزاد غیر محرم عورت کی طرف قصداً دیکھنا، نیز اس کے بالوں کو دیکھنا حرام ہے۔ ''الدلیل'' کے متن میں ہے: ''دیکھنا آٹھ طرح سے ہوتا

ہے۔ پہلی قسم یہ ہے کہ بالغ مرد (خواہ اس کا عضو کٹا ہوا ہو) آزاد غیر محرم عورت کی طرف بلا ضرورت دیکھے۔ اس صورت میں عورت کے کسی بھی عضو کو بلا شرعی ضرورت کے دیکھنا حرام ہے حتیٰ کہ اس کے (سر پر لگے) مصنوعی بالوں کی طرف نگاہ کرنا بھی جائز نہیں ہے ''شافعی فقہاء کا موقف یہ ہے کہ بالغ آدمی کی نگاہ بطریق شہوت ہو یا اس کے بہک جانے کا اندیشہ ہو تو بلا اختلاف قطعی طور پر حرام ہے اگر بطریق شہوت نہ ہو اور فتنے کا اندیشہ بھی نہ ہو تو ان کے ہاں دو قول ہیں۔

مولف ''شرح الاقناع'' نے انہیں نقل کرنے کے بعد کہا ہے: صحیح بات یہ ہے کہ اس قسم کی نگاہ بھی حرام ہے جیسا کہ فقہ شافعی کی مشہور کتاب ''منہاج'' میں ہے۔ اس کی یہ توجیہ بیان کی ہے کہ عورتوں کا بے پردہ کھلے چہرے کے ساتھ باہر نکلنا تمام اہل اسلام کے نزدیک بالاتفاق ممنوع ہے، نیز یہ کہ نگاہ فتنے کا مقام اور شہوت کی محرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾ ترجمہ: ''مومنوں سے کہہ دو کہ نگاہ نیچی رکھا کریں۔'' [النور:۳۱]

احکام شریعت میں ملحوظ حکمتوں کے شایان شان امر یہی ہے کہ فتنے کی طرف کھلنے والا دروازہ بند کیا جائے اور حالات کے تفاوت کو بہانہ بنانے سے گریز کیا جائے نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار میں ہے: عورتوں کا بے پردہ کھلے چہرے کے ساتھ باہر نکلنا بالخصوص اس زمانے میں جہاں بدقماش لوگوں کی کثرت ہو، بالاتفاق اہل اسلام حرام ہے۔

چہرے کے پردے کو واجب نہ سمجھنے والوں کے دلائل اور ان کا جواب

جہاں تک مجھے علم ہے، غیر محرم عورتوں کے چہرے اور ہاتھوں کی طرف دیکھنے کو جائز قرار دینے والوں کے پاس کتاب وسنت سے صرف مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

(۱)۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾

ترجمہ: ''اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو۔'' [النور:۳۱]

کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد عورت کا چہرہ، اس کے ہاتھ کی انگوٹھی ہے یہ قول امام اعمش نے سعید بن جبیر کے واسطے سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ صحابی کی تفسیر حجت ہے۔

(۲)۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا باریک کپڑے

پہنے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ نے چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا، نیز چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: (يا أسماء! ان المرأة اذا بلغت المحيض لم يصلح لها أن يرى منها الا هذا و هذا، وأشار الى وجهه و كفيه) ترجمہ: ''اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو جائز نہیں کہ اس کے چہرے اور ہاتھوں کے سوا کچھ نظر آئے۔'' [سنن ابی داؤد، اللباس، باب فيما تبدى المرأة من زينتها، حديث:۴۱۰۴]

(۳)۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: (حجۃ الوداع میں ان کے بھائی) فضل بن عباسؓ نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھے تھے کہ اسی دوران میں خثعم قبیلے کی ایک عورت آئی۔ فضل بن عباسؓ اس کی طرف اور وہ فضل کی طرف دیکھنے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے فضل بن عباسؓ کا چہرہ دوسری جانب کر دیا۔

ان حضرات کی رائے میں یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ عورت اپنا چہرہ کھلا رکھے ہوئے تھی۔

(۴)۔ حضرت جابرؓ نبی اکرم ﷺ کے نماز عید پڑھانے کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے نماز پڑھانے کے بعد لوگوں سے خطاب فرمایا اور وعظ ونصیحت کی، پھر چل کر عورتوں کے قریب تشریف لے گئے، ان سے بھی خطاب کیا اور وعظ ونصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو کیونکہ جہنم کا زیادہ تر ایندھن تم (عورتیں) ہی ہو۔ اس پر ایک کم درجے کی عورت جس کے رخسار سیاہی مائل تھے، نے کہا...... (مسند احمد: ۳۱۸/۳، سنن النسائی، صلاۃ العیدین، باب قیام...... حدیث: ۱۵۷۶) اگر اس عورت کا چہرہ کھلا نہ ہوتا تو حضرت جابرؓ کو پتہ نہ چلتا کہ اس عورت کے رخسار سیاہی مائل ہیں میری دانست میں یہی وہ دلائل ہیں جن سے غیر محرم مردوں کے سامنے چہرہ کھلا رکھنے کے جواز پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

مذکورہ بالا دلائل کا جواب

یہ دلائل اس درجے کے نہیں ہیں کہ ان کے پیش نظر گزشتہ صفحات میں مذکورہ دلائل سے صرف نظر کیا جاسکے جو چہرے کے پردہ کے واجب ہونے پر واضح دلالت کرتے ہیں، پردے کے وجوب کے دلائل درج ذیل وجوہ کی بنا پر راجح ہیں۔

جن دلائل میں چہرہ ڈھانپنے کا ذکر ہے ان میں ایک مستقل اور نیا حکم ہے چہرہ کھلا رکھنے کے جواز کے دلائل اپنے اندر کوئی حکم نہیں رکھتے (کیونکہ یہ تو پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا عام معمول تھا)۔ علمائے اصول کے ہاں یہ ضابطہ مشہور و معروف ہے کہ عام حالت کے خلاف کوئی دلیل ہو تو اسے ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ عام حالت کے خلاف جب تک دلیل نہ ملے (اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جاتا) اسے برقرار رکھا جاتا ہے اور جب نئے حکم کی کوئی دلیل مل جائے تو اصل اور پہلی حالت کو برقرار رکھنے کے بجائے نئے حکم کے ذریعے سے اس میں تبدیلی کر دی جاتی ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ جو شخص نئے حکم (چہرہ ڈھانپنے) کی دلیل دیتا ہے اس کے پاس ایک نئی چیز کا علم ہے، وہ یہ کہ پہلی اور عمومی حالت بدل چکی ہے اور چہرہ ڈھانپنا فرض ہو گیا ہے۔ جب کہ دوسرے فریق کے کوئی دلائل نہیں مل سکے، لہٰذا مثبت کو نافی پر اس کے زائد علم کی وجہ سے ترجیح حاصل ہو گی۔

یہ ان حضرات کے پیش کردہ دلائل کا اجمالی جواب ہے بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے کہ فریقین کے دلائل ثبوت اور دلالت کے اعتبار سے برابر ہیں، پھر بھی اس مسلمہ اصولی قاعدے کے پیش نظر چہرہ ڈھانپنے کی فرضیت کے دلائل مقدم ہوں گے۔ جب ہم چہرہ کھلا رکھنے کے جواز کے دلائل پر غور کرتے ہیں تو یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ یہ دلائل چہرہ کھلا رکھنے کی ممانعت کے دلائل کے ہم پلہ نہیں ہیں جیسا کہ آئندہ صفحات میں ہر ایک دلیل کے الگ الگ جواب سے واضح ہو گا۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے مروی تفسیر کے تین جواب ہیں:

ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے پردے کی آیت نازل ہونے سے پہلے کی حالت ذکر کی ہو جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے کلام میں ابھی گزرا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا مقصد اس زینت کا بیان ہو جس کا ظاہر کرنا منع ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا ہے۔ ان دونوں باتوں کی تائید حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت: ﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ ترجمہ: ''اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔'' [الاحزاب:۵۹]

کے متعلق منقول تفسیر سے ہوتی ہے، چنانچہ گزشتہ صفحات میں قرآن حکیم کی آیات سے پردے کے دلائل کے ضمن میں اس کا ذکر گزر چکا ہے اگر ہم مذکورہ بالا دونوں احتمالات تسلیم نہ کریں تو تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر صرف اس وقت حجت ہو سکتی ہے جب کسی دوسرے صحابی کا قول اس کے مقابل

نہ ہو۔ بصورت دیگر اس قول پر عمل کیا جائے گا جسے دوسرے دلائل کی بدولت ترجیح حاصل ہو۔

حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کے بالمقابل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے جس میں انہوں نے سوائے اس زینت کے جو، از خود ظاہر ہو جائے کی تفسیر چادر اور دوسرے کپڑے وغیرہ سے کی ہے جو بہر حال ظاہر ہوتے ہیں اور ان کے ڈھانپنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔[تفسیر ابن کثیر، تفسیر النور:۳۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث دو وجوہ کی بنا پر ضعیف ہے:

(۱)۔ خالد بن دریک نے جس راوی کے واسطے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے اس کا ذکر نہیں کیا ہے، لہٰذا اس کی سند منقطع ہے جیسا کہ خود امام ابوداؤد نے اس کی نشاندہی کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ''خالد بن دریک نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے براہ راست نہیں سنا''۔ اس حدیث کے ضعیف ہونے کی یہی وجہ ابوحاتم رازی نے بھی بیان کی ہے۔

(۲)۔ اس حدیث کی سند میں سعید بن بشیر البصری نزیل دمشق نامی راوی ہے۔ ابن مدینی نے اسے ناقابل اعتماد سمجھ کر ترک کیا۔ امام احمد، ابن معین، ابن مدینی، نسائی رحمتہ اللہ علیہم جیسے اساطین علم حدیث نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے اور متذکرہ صدر صحیح احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

علاوہ ازیں حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی عمر ہجرت کے وقت ستائیس سال تھی۔ یہ ناممکن ہے کہ اس بڑی عمر میں وہ نبی ﷺ کے سامنے ایسے کپڑے پہن کر جائیں جن سے ان کے ہاتھوں اور چہرے کے علاوہ بدن کے اوصاف ظاہر ہو رہے ہوں۔ بالفرض اگر حدیث صحیح بھی ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ واقعہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے اور پردہ واجب کرنے والی نصوص نے اس حکم کو بدل دیا ہے، لہٰذا وہ ان پر مقدم ہوں گی۔ واللہ اعلم۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کردہ حدیث سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس میں غیر محرم عورت کے چہرے کی طرف دیکھنے کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت فضل بن عباسؓ کے اس فعل پر سکوت نہیں فرمایا بلکہ اس کا چہرہ دوسری جانب پھیر دیا، اسی لیے امام نوویؒ نے صحیح مسلم کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل میں سے یہ بھی ہے کہ ''غیر محرم عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے۔''

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس حدیث کے فوائد میں یہ بھی ذکر کیا ہے: ''اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنا شرعاً ممنوع اور نگاہ نیچی کرنا واجب ہے۔'' قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: ''بعض کا خیال ہے کہ نظر نیچی رکھنا صرف اس صورت میں واجب ہے کہ جب فتنے کا اندیشہ ہو۔ (اس لیے کہ آپ ﷺ نے فضل بن عباسؓ کو منع نہیں کیا) لیکن میرے نزدیک نبی ﷺ کا یہ عمل بعض روایات کے مطابق، کہ آپ ﷺ نے فضلؓ کا چہرہ ڈھانپ دیا، زبانی منع کرنے سے کہیں زیادہ تاکید کا حامل ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ آپ ﷺ نے اس عورت کو پردہ کرنے کا حکم کیوں نہیں دیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حالت احرام میں تھی اور احرام میں عورت کے بارے میں شرعی حکم یہی ہے کہ جب غیر محرموں میں سے کوئی اسے نہ دیکھ رہا ہو تو چہرہ کھلا رکھے۔ یہ بھی امکان ہے کہ نبی ﷺ نے بعد میں اسے یہ حکم بھی دیا ہو۔ کیونکہ راوی کا اس بات کا ذکر نہ کرنا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے اس عورت کو چہرہ ڈھانپنے کا حکم نہیں دیا۔ کسی بات کے نقل نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ بات سرے سے ہوئی ہی نہیں۔

حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق عرض کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اصرف بصرک) (صحیح مسلم، الآداب وسنن ابی داود، النکاح) ''اپنی نگاہ دوسری طرف پھیر لو''۔ رہی حضرت جابرؓ کی حدیث، تو اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ کس سال کا واقعہ ہے یا تو وہ خاتون بوڑھی عورتوں میں سے ہوگی جنہیں نکاح سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، تو ایسی خواتین کیلئے چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہے اس سے دوسری عورتوں پر حجاب کا وجوب ختم نہیں ہوسکتا۔ یا پھر یہ واقعہ آیات حجاب کے نزول سے پہلے کا ہے کیونکہ سورۃ الاحزاب (جس میں پردے کے احکام ہیں) ۵ ہجری یا ۶ ہجری میں نازل ہوئی اور نماز عید ۲ ہجری سے مشروع چلی آتی ہے۔

واضح رہے کہ اس مسئلہ میں تفصیل کے ساتھ کلام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس اہم معاشرتی مسئلے میں عام لوگوں کیلئے شرعی حکم کا جاننا ضروری ہے اور بہت سے ایسے لوگ اس پر قلم اٹھا چکے ہیں جو بے پردگی کو رواج دینا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں نے اس مسئلے میں کما حقہٗ تحقیق کی نہ غور وفکر سے کام لیا، حالانکہ اہل تحقیق کی ذمہ داری ہے کہ عدل کے تقاضوں کو ملحوظ رکھیں اور ضروری معلومات حاصل کیے بغیر ایسے مسائل میں گفتگو کرنے سے اجتناب کریں۔

محقق کا فرض ہے کہ مختلف دلائل کے درمیان منصف جج کی طرح عدل وانصاف کے ساتھ غیر جانبدارانہ جائزہ لے اور حق کے مطابق فیصلہ کرے۔ کسی ایک جانب کی دلیل کے بغیر راجح قرار نہ دے بلکہ تمام زاویوں سے غور کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ایک نظریہ رکھتا ہو اور مبالغہ سے کام لے کر اس کے دلائل کو محکم اور مخالف کے دلائل کو بلاوجہ کمزور اور نا قابل توجہ قرار دے۔ اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ اعتقاد رکھنے سے پہلے اس کے دلائل کا بغور جائزہ لینا چاہیے تا کہ اس کا عقیدہ دلیل کے تابع ہو نہ کہ دلیل اس کے عقیدے کے تابع یعنی دلائل کا جائزہ لینے کے بعد عقیدہ بنائے نہ کہ عقیدہ قائم کر کے دلائل کی تلاش میں نکل کھڑا ہو۔ کیونکہ جو شخص دلائل دیکھنے سے پہلے عقیدہ بنالیتا ہے وہ اپنے عقیدے کے مخالف دلائل کو عموماً رد کرتا ہے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو ان کی تحریفات کا مرتکب ہوتا ہے۔

عقیدہ قائم کر لینے کے بعد دلائل کی تلاش کے نقصانات ہمارے بلکہ سب کے مشاہدے میں ہیں کہ ایسا کرنے والا کس طرح ضعیف احادیث کو بتکلف صحیح قرار دیتا ہے یا نصوص سے ایسے معانی کشید کرنے کی سعی میں مصروف نظر آتا ہے جو اس میں پائے نہیں جاتے، لیکن صرف اپنی بات کو ثابت و مدلل کرنے کیلئے یہ سب کچھ اسے کرنا پڑتا ہے۔

مثلاً راقم نے ایک صاحب کا رسالہ "پردے کے عدم وجوب" کے موضوع پر پڑھا اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو سنن ابی داؤد میں ہے جس میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا باریک کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آنا اور آپ ﷺ کا فرمانا کہ "جب عورت سن بلوغ کو پہنچ جائے تو ان اعضاء کے سوا کچھ نظر نہیں آنا چاہیے اور ہاتھوں اور چہرے کی طرف اشارہ کیا"۔ یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ یہ حدیث متفق علیہ ہے، یعنی امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ اس کے صحیح ہونے پر متفق ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق کہاں؟ خود اسے روایت کرنے والے امام ابوداؤد نے اسے مرسل ہونے کے سبب معطل قرار دیا ہے اور اس کی سند میں ایک ایسا راوی ہے جسے امام احمد اور دوسرے ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حق کو حق سمجھنے اور اس کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز باطل کو باطل سمجھنے اور اس سے مکمل طور پر اجتناب کی ہمت دے اور اپنی سیدھی راہ کی طرف ہدایت دے کہ وہی بخشنے والا مہربان ہے۔